قومی ثقافت کی تشکیل، اُردو ادب اور عالمگیریت

Formation of National Culture, Urdu Literature and Globalization

محمد امجد عابد، لیکچرر اُردو، یونیورسٹی آف ایجوکیشن، لاہور

Abastract

Culture is a broad and multy meaning term. Traditions, performing art, religion as well as technical and social deciplines are its various areas. The culture becomes the overall manifestation of a particular region and it also plays its role in its contouring. Primarily national culture is considered as an asset of national integrity and harmony. This article identifies the elements that comprise national culture and its findings are that literature and national culture are part and partial. The promotion of national culture without literature as well as the promotion of literature without culture is not possible.

Keywords: Culture, Urdu Literature, Globalization, Traditions, Performing Arts, Religion

زیرِنظر موضوع پر گفتگو سے پہلے ہمیں قومی ثقافت کے حدود اربعہ اور دائرہ کار کا تعین کرنا ضروری ہے۔ ثقافت کا لفظ جسے انگریزی میں ہم کلچر (Culture) کا نام دیتے ہیں۔ ایک مختلف المعانی اصطلاح ہے۔ اکثر ناقدین کا یہ خیال ہے کہ یہ لفظ کئی ایک معنوں سے ہوتا ہوا تربیت، نشوونما اور ترقی کے منظّم عمل تک پہنچا ہے۔ بعد میں اس میں اس حد تک وسعت پیدا ہوگئی کہ اسے ساری مجلسی زندگی تک پھیلا دیا گیا۔ رسم و رواج، فنونِ لطیفہ، مذہب، مختلف فنی اور سماجی علوم اور آرٹ وغیرہ سب اس کے دائرۂ عمل میں شامل ہو گئے۔ بقول فہیم اعظمی:

> ''کلچر کی جامع تعریف یہ ہے کہ یہ ایک کلیہ ہے جس میں عقائد، آرٹ، اخلاقیات، قانون، رسم و رواج، آدمی کے عادات و خصائل جو سماج کے فرد ہونے کی حیثیت سے اس میں پائے جاتے ہیں، وغیرہ شامل ہوتے ہیں۔''[۱]

ڈاکٹر جمیل جالبی کے نزدیک ''کلچر اُس کُل کا نام ہے جس میں مذہب و عقائد، علوم اور اخلاقیات، معاملات اور معاشرت، فنون و ہنر، رسم و رواج، افعالِ ارادی اور قانون، صرفِ اوقات اور وہ ساری عادتیں شامل ہیں جن کا انسان معاشرے کے ایک رکن کی حیثیت سے اکتساب کرتا ہے۔''[۲]

اس حوالے سے دیکھا جائے تو کسی علاقے یا قوم کی ثقافت اس کے مجموعی اعمال اور طرزِ زندگی کی علامت قرار پاتی ہے اور اس کی تعمیر و تشکیل میں نہ صرف مختلف تخلیقی قوتیں اس کی نمو یابی میں شریک ہوتی ہیں بلکہ اس کے خدو خال متعین کرنے میں بھی اپنا کردار ادا کرتی ہیں۔

اگر غور کیا جائے تو قومی ثقافت دراصل قومی یکجہتی اور ہم آہنگی کے لیے ایک بنیاد کا درجہ رکھتی ہے۔قومی یک جہتی معاشی عدل اور معاشرتی مساوات سے جنم لیتی ہے اور ایک ایسی فضا میں سانس لیتی ہے جس سے مختلف علاقے ایک دوسرے سے پیوست ہو کر ایک قوم بنتے اور ایک اکائی کی شکل اختیار کرتے ہیں۔قومی ثقافت کسی قوم کی شناخت کو ظاہر کرنے کا باعث بنتی ہے اور اس میں باطنی سطح پر کئی ایک اکائیاں کام کر رہی ہوتی ہیں۔جو الگ الگ سطح پر اپنی شناخت قائم کرنے کے ساتھ ساتھ مجموعی قومی دھارے میں بھی شریک ہوتی ہیں اور اپنے اپنے علاقوں کے تہذیبی اور فکری ماحول کا ایک ڈھانچہ تیار کر کے بحیثیت مجموعی قومی روح کا اظہار کرتی ہیں۔میرا مطلب یہ ہے کہ قومی ثقافت دراصل قومی تشخص ہی سے ترتیب پاتی ہے۔اور لفظوں کے تفاوت کے باوجود بباطن ایک ہی طرح کے طرز عمل اور ایک ہی طرح کی تخلیقی توانائیوں سے مرتب ہوتی ہے۔پاکستان کے جغرافیائی حدود اربعہ اور اس میں رواج پانے والی مختلف علاقائی ثقافتوں کا مطالعہ کریں تو ہمیں ان سب میں ایک قدر مشترک نظر آئے گی وہ اس ثقافت کا چہرہ ہے جس کے خدوخال ہماری دینی روایات اور مذہبی تاریخ سے متعین ہوتے ہیں۔اسی کو ہم قومی ثقافت کا نام دیتے ہیں۔

ثقافت کے بارے میں ہمیں اپنے قومی شاعر اقبال کا نقطہ نظر بھی معلوم کر لینا چاہیے جن کی فکر میں ثقافت کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔اقبال کی نظر میں ثقافت زندگی کا وہ حقیقی و نامیاتی روپ ہے جس سے معاشرے اور فرد کا طرز عمل اور اندازِ فکر و نظر متعین ہوتا ہے۔اور جس سے زندہ معاشروں میں نئے نئے تہذیبی ادارے وجود میں آتے ہیں۔ثقافت کے تعلق میں اقبال اس دوامیت کے قائل ہیں جو مسلمانوں کے تصورِ حقیقت میں موجود ہے۔اقبال ثقافت کو مذہب کی بنیاد قرار دیتے ہیں جس میں ایمان و یقین اور قرآن اور رسول سب شامل ہیں اور یہی وہ ثقافت کا تصور ہے جس نے دنیا کے سامنے اخوت و مساوات اور انسانی رشتوں کو ایک نئی جہت عطا کی تھی۔اس پس منظر میں اگر ہم لفظ ثقافت پر غور کریں اور اس سلسلے میں افکارِ اقبال سے راہنمائی حاصل کریں تو ثقافت ایک حرکت پذیر عمل کی صورت میں ہر دم جواں اور ہر دم رواں نظر آتی ہے۔بقول ڈاکٹر جمیل جالبی:

> ''یہ خوب سے خوب تر کی تلاش کا عمل ہے۔آگے بڑھنے اور اپنی تخلیقی قوتوں کو آزاد فضا میں بروئے کار لانے کا نام ہے۔ایسی فضا اور ایسا سازگار ماحول پیدا کرنے کا نام ہے جس میں تخلیقی قوتیں نشوونما پاسکیں۔''۳

اس پس منظر میں ہمارے لیے قومی ثقافت کی تفہیم بہت آسان ہو جاتی ہے اور ادبی سطح پر اس کا واضح منظر

نامہ اقبال کے نظریۂ حرکت و عمل میں نظر آتا ہے۔جیسا کہ میں نے کہا کہ ثقافت حرکت و عمل کا نام ہے تو اقبال کی شاعری کا بیشتر حصہ اسی تصور سے آراستہ ہے۔ان کے نزدیک زندگی مسلسل اور مستقل حرکت سے عبارت ہے۔وہ اسے ایک مسلسل تخلیقی عمل سمجھتے ہیں۔ان کے نزدیک انسانی معاشرے کا ارتقا اسی روحانی اساس پر استوار ہے جو حرکت و عمل کے تصور سے وابستہ ہے۔اس کے لیے حدود و قیود کی پابندی ضروری نہیں۔ایک لاجغرافیائی سلسلہ ہے جو عقل، حرکت و روانی، ارتقائے فکر و نظر اور اجتہاد پر قائم ہے۔اس حوالے سے ہماری قومی ثقافت پر جس نوع کے ادبی اثرات مرتب ہوتے ہیں اس کے اولین نقوش ہمیں اقبال کے ہاں نظر آتے ہیں۔لیکن ایک لمحے کے لیے رُک کر ہمیں یہ دیکھ لینا چاہیے کہ اقبال کے یہ اثرات محض فلسفیانہ نوعیت کے ہیں اور اس میں جذباتی اور احساساتی سطح کہیں کہیں معدوم ہوتی نظر آتی ہے۔ثقافت کو اگر ہم لفظ کلچر کے ہم پلہ رکھ کر دیکھیں تو اس سے Cultivation یعنی کھیتی باڑی کا مفہوم پیدا ہوتا ہے اور اس کا یہ معنی نکلتا ہے کہ ثقافت یا کلچر وہ عمل ہے جو ہماری بنیادوں اور جڑوں تک رسائی رکھتا ہے اور ہماری ساری زندگی کی مختلف جہات اور اطراف کو سمیٹتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔گویا ہماری قومی ثقافت میں ہم اپنی سیاست کو بھی تلاش کر سکتے ہیں۔ایک معاشرت کو بھی کھوج سکتے ہیں۔اپنی معیشت کا بھی سراغ پا سکتے ہیں۔اپنے آرٹ یعنی فنون لطیفہ، جس میں ہمارا ادب بھی شامل ہے، کا سرا بھی تلاش کر سکتے ہیں۔یہ ہماری کسی ایک خاص جہت ہی کی نمائندگی نہیں کرتی بلکہ ہمارے کُل اعمال پر حاوی ہے۔چنانچہ جس قوم کی ثقافت اس قدر وسعت پذیر ہو اور اس کا مزاج اتنا کشادہ ہو اس کے ادب کی گہرائی و گیرائی کا آپ بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں۔

ہماری ثقافت مختلف علاقوں کی آب و ہوا، موسمی حالات اور جغرافیائی تغیرات کی بنیاد پر خود کو ظاہر کرتی ہے۔پاکستان کے انتہائی پس ماندہ علاقوں مثلاً تھر کے علاقوں کی ثقافت اور بارونق آباد علاقوں کی ثقافت میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ان دونوں علاقوں کی ثقافتیں اپنی اپنی انفرادی سطح پر ہماری قومی ثقافت نہیں ہیں بلکہ ان دونوں کے ملنے سے جو مجموعی طرز احساس وجود میں آتا ہے وہی ہماری قومی ثقافت قرار پاتی ہے۔اسی طرح ادب میں بھی دو طرح کے تجربات ملتے ہیں ایک ادیب کا انفرادی تجربہ ہے جسے ہمارے مجموعی طرز احساس سے کوئی تعلق نہیں اور دوسری طرف ایک اجتماعی تجربہ ہے۔یہ بھی اس وقت تک مجموعی تجربے کا روپ اختیار نہیں کرسکتا جب تک کسی نہ کسی سطح پر انفرادی اور اجتماعی دونوں طرح کے تجربات مل کر ایک اکائی کی صورت اختیار نہ کریں۔چنانچہ یہی مجموعی یا اجتماعی تجربات ہیں جو ہماری قومی ثقافت کی تشکیل میں مدد دیتے ہیں۔

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہمارے ادب نے ہماری قومی ثقافت کی تشکیل میں کیا کردار ادا کیا ہے۔تو اس کا بنیادی حوالہ تو اقبال ہی ہیں جن کے مختلف تخلیقی تصورات جن میں حرکت و عمل کا ذکر ہو چکا ہے۔اقبال کا تصور خودی و بے خودی، ان کا تصورِ زندگی، زندگی کی مختلف علامتیں، ان کا تصور شاہین، ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات، قوت و طاقت کی ضرورت و اہمیت یہ سب کسی نہ کسی صورت میں لہو کی طرح قومی ثقافت کی رگوں میں دوڑتے نظر آتے ہیں۔جب ہم ادب کا نام لیتے ہیں تو ادب بھی دراصل ایک سماجی عمل کا نام ہے جس میں معاشرے

میں بسنے والے تمام لوگ کسی نہ کسی صورت میں ایک ادیب کے تجربے میں شامل ہو جاتے ہیں۔ادب کے ذریعے اُس قومی شعور کا اظہار ہوتا ہے جو مختلف پیرائیوں میں زندگی کے اظہار کا سبب بنتا ہے۔ادب مختلف احساسات کا آئینہ دار ہوتا ہے جس میں محبت،نفرت اور بغاوت کے ابھرتے اور معدوم ہوتے جذبات لہروں کی صورت میں چڑھتے اور اترتے ہیں۔ ہماری قومی ثقافت بھی مختلف افراد کے تجربات ہی کا تو نام ہے۔ جو ہم معاشرتی،سماجی اور دیگر سطحوں پر حاصل کرتے ہیں۔ جب ہم ان جذبوں، تجربوں اور احساسات کو کسی شعر میں، ناول میں، افسانے یا ڈرامے میں دیکھتے ہیں تو ہمیں وہ بھولے ہوئے تجربے یاد آ جاتے ہیں۔ ہمارے خوابیدہ احساسات یک لخت زندہ ہو جاتے ہیں اور ہم صحیح معنوں میں ان کا ادراک حاصل کر کے گویا ایک ثقافتی عمل کی زد میں آ جاتے ہیں اور یوں زندگی میں نئے معانی کی تلاش سعی حاصل بن جاتی ہے۔

جب ہم قومی ثقافت کی تشکیل میں ادب کی تخلیق و تعمیر، تشکیل یا فروغ و تشریح کی بات کرتے ہیں تو ہمیں کبھی بھی اپنی فکر اور اپنے فلسفے کو کسی حدود اربعہ سے منسلک نہیں کرنا چاہیے۔ بقول فہیم اعظمی: ''ہم چاہے باہر کے معاشرے اور زبان سے کتنا بھی اکتساب کریں، اُردو ادب کی تخلیق و تعمیر ہم اپنے کلچر اور زبان کے اندر کریں گے اور ہمارے ثقافتی اور لسانی عناصر کی وسعت کے ساتھ ساتھ، جو ایک غیر ارادی اور فطری عمل ہے، ہمارے ادب میں بھی وسعت پیدا ہوتی رہے گی۔''[۴]

ایک بات ہمیں جان لینی چاہیے کہ ادب کے دائرے میں ہر لکھنے والے ادیب اور شاعر کا اپنا عہد اور اس کی سوچ موجود ہوتی ہے۔اس میں ماضی کا ورثہ،اس کی روایت اور شعور بھی موجود ہوتے ہیں اور آنے والے زمانوں کی روح بھی اس میں تلاش کی جا سکتی ہے۔ یہ بات صرف جمیل جالبی کے دھیان میں ہی نہیں آئی بلکہ قومی ثقافت کے ذکر پر ہر ذی شعور شخص کے ذہن میں ادب کا یہی مفہوم بنتا ہے جس سے اس کا قومی ثقافت سے انسلاک ظاہر ہوتا ہے اور یہ تینوں عناصر ایسے ہیں جو مل کر ایک اکائی کے مظہر بن جاتے ہیں۔جس سے ادب پارہ نہ صرف روحِ عصر قرار پاتا ہے بلکہ ہماری قومی ثقافت کا ترجمان بھی بن جاتا ہے۔ یوں ہم اپنی قومی ثقافت میں ادب کا سراغ پاتے ہیں اور ادب میں قومی ثقافت کی خوشبو محسوس کر سکتے ہیں۔لیکن یہ خوشبو بیرون چمن نکلتی ہے تو اسے ہر سُو پھیلنے سے کون روک سکتا ہے۔لیکن اس پر میرے تحفظات ہیں کیونکہ اس وسعت پذیری میں ہمیں جو قیمت ادا کرنا پڑتی ہے اس میں ہم اپنی بے چہرگی اور بے سمتی کے ذریعے اپنی پہچان اور شناخت سے محروم ہوتے جا رہے ہیں جس پر ہم بہت فخر کیا کرتے تھے۔ چنانچہ عالمگیریت کے زیر اثر ہم دنیا سے رابطے میں ضرور کامیاب ہوئے ہیں۔ہمیں دور دراز کے ملکوں تک رسائی حاصل ہوتی ہے۔ وہاں کے لوگوں کے مزاج، عادات و اطوار اور رسوم و رواج سے واقف ہوئے ہیں۔رسل و رسائل میں بہت آسانیاں پیدا ہوئی ہیں۔ یہ سب کچھ اپنی جگہ پر درست لیکن اس عمل میں ہم خود سے کتنا دور ہو گئے ہیں اس کی شاید ہمیں خبر نہیں۔ یہاں پھر اقبال یاد آ گئے جنھوں نے کہا تھا:

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا، ناپائدار ہو گا ۵

حواشی:

۱۔ فہیم اعظمی،آراء۔۲،کراچی: مکتبہ صریر،۱۹۹۷ء،ص۲۸۲
۲۔ جمیل جالبی،ڈاکٹر،'' کلچر کیا ہے ؟'' مشمولہ: کلچر۔منتخب تنقیدی مضامین،مرتبہ :اشتیاق احمد، بیت الحکمت،لاہور،۲۰۰۷ء،ص۸۱
۳۔ جمیل جالبی،ڈاکٹر،''قومی تشخص اور ثقافت،''مشمولہ:نئ تنقید،مرتبہ:خاورجمیل،کراچی،رائل بک کمپنی، ۱۹۸۵ء،ص۳۱۶
۴۔ فہیم اعظمی،آراء۔۲،ص۲۸۱
۵۔ علامہ محمداقبال،کلیات اقبال اُردو۔لاہور:اقبال اکادمی پاکستان،طبع دوازدہم،۲۰۱۸ء،ص۱۶۷

ماٰخذ:

۱۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر۔'' قومی تشخص اور ثقافت،'' مشمولہ : نئ تنقید، مرتبہ : خاورجمیل، کراچی :رائل بک کمپنی،۱۹۸۵ء
۲۔ جمیل جالبی''ڈاکٹر،کلچر کیا ہے؟''مشمولہ:کلچر۔منتخب تنقیدی مضامین،مرتبہ:اشتیاق احمد، بیت الحکمت، لاہور،۲۰۰۷ء
۳۔ علامہ محمداقبال،کلیات اقبال اُردو۔لاہور:اقبال اکادمی پاکستان،طبع دوازدہم،۲۰۱۸ء
۴۔ فہیم اعظمی،آراء۔۲،کراچی: مکتبہ صریر،۱۹۹۷ء